

سب سے بڑا گناہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلْقَكَ. قَالَ: قُلْتُ لَهُ: إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تُقْتَلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ.

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، جبکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے آپ سے عرض کی: یہ تو واقعی بڑا گناہ ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: تو اپنی اولاد کو اس اندیشے سے قتل کر دے کہ وہ تمہارے کھانے میں شریک ہوگی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: پھر یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرے۔

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَنْ تَدْعُوَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلْقَكَ. قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: أَنْ تُقْتَلَ وَلَدَكَ

مَخَافَةٌ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ. قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ تَصَدِيقَهَا: 'وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا'.

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ، اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو اللہ کا ہم سر ٹھہرائے، حالاں کہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ اس نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے (الفرقان ۲۵: ۱۸ میں) آپ کے فرمان کی تصدیق بھی نازل فرمادی: ”وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الہ کو نہیں پکارتے اور نہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، مگر یہ کہ حق قائم ہو جائے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرتے ہیں، وہ اپنے گناہوں کے انجام سے دوچار ہوں گے۔“

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا أُنبِئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟ ثَلَاثًا، الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكِنًا، فَجَلَسَ، فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.

حضرت ابوبکرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (آپ نے یہ بات) تین مرتبہ (دہرائی)، اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی حق تلفی اور جھوٹی گواہی یا

جھوٹی بات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ بیٹھ گئے۔ آپ یہ بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہمارے جی میں آنے لگا: آپ چپ ہو جائیں۔

عَنْ أَنَسٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكِبَائِرِ، قَالَ: الشِّرْكَ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَوْلُ الزُّورِ.

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی حق تلفی، قتل نفس اور جھوٹی بات۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِبَائِرَ أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكِبَائِرِ. فَقَالَ: الشِّرْكَ بِاللَّهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ. وَقَالَ: أَلَا أَنْبِئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟ قَالَ: قَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ: شَهَادَةُ الزُّورِ. قَالَ شُعْبَةُ: أَكْبَرُ ظَنِّي أَنَّهُ شَهَادَةُ الزُّورِ.

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبائر کا ذکر کیا یا آپ سے کبائر کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، کسی جان کا قتل اور والدین کی حق تلفی۔ اور آپ نے فرمایا: میں تمہیں کبائر میں سے بھی سب سے بڑے گناہ کے بارے میں بتاؤں؟ آپ نے فرمایا: جھوٹی بات یا آپ نے کہا: جھوٹی گواہی۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جھوٹی گواہی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكَ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ

النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكُلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَأَكُلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلَّيْتُ
يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذَفْتُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ.

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک
کردینے والی چیزوں سے بچو، پوچھا گیا: یا رسول اللہ، وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک،
جادو، کسی جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، اسے قتل کرنا، مگر یہ کہ حق قائم ہو جائے، یتیم کا مال کھا جانا،
سود کھانا، جنگ کے دوران پیٹھ پھیرنا اور بھولی بھالی، مومن اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: إِنَّ مِنَ الْكِبَائِرِ شَتْمَ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَهَلْ يَشْتِمُ
الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ. وَيَسُبُّ أُمَّهُ
فَيَسُبُّ أُمَّهُ.

عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کبائر میں یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ، کیا کوئی آدمی
اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے اور
(جواب میں) وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اسی طرح آدمی دوسرے آدمی کی ماں کو گالی دیتا ہے
اور (جواب میں) وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

لغوی مباحث

‘حلیلة’: ‘حلیلة’، ‘فعیلة’ کے وزن پر ‘حل’ سے اسم صفت ہے، جس کا مطلب بیوی ہے۔ ایک رائے یہ ہے
کہ یہ ‘حل’ سے ہے، اس صورت میں یہ ‘فاعلة’ کے معنی میں ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ ‘حلول’ سے ہے، یعنی یہ
اس کے لیے حلال ہے اور یہ اس کے لیے حلال ہے۔

‘عقوق الوالدین‘: والدین کا جو حق یا تعلق قائم ہوتا ہے، اس کو کاٹ دینا۔

معنی

اوپر درج روایات میں درج ذیل گناہوں کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے:

۱۔ غیر اللہ کو اللہ کا شریک قرار دینا، جبکہ وہ خالق ہے،

۲۔ سحر،

۳۔ خوراک میں شرکت کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا،

۴۔ ہمسائے کی بیوی سے زنا کرنا،

۵۔ کسی پاک دامن عورت پر الزام لگانا،

۶۔ والدین کی حق تلفی،

۷۔ یتیم کا مال کھانا،

۸۔ سود خوری،

۹۔ جھوٹی گواہی،

۱۰۔ قتل نفس،

۱۱۔ اپنے والدین کو گالی دینا،

۱۲۔ میدان جنگ سے بزدلانہ فرار۔

یہ فہرست دوسری روایات اور قرآن مجید کو سامنے رکھیں تو بالکل واضح ہے کہ مکمل نہیں ہے۔ کچھ جرائم اور بھی ہیں جنہیں اس فہرست میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ان روایات میں گناہوں کی ترتیب سے بھی کوئی حتمی معنی اخذ نہیں کیے جاسکتے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس طرح کی روایات میں بالعموم راوی حضرات ترتیب بیان میں مختلف ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خود مسلم ہی کے متون سے واضح ہے کہ ترتیب ایک نہیں ہے۔ راویوں کے تصرف سے اگر صرف نظر بھی کر لیا جائے تو اس سے زیادہ کچھ کہنا موزوں نہیں کہ ایک موقع کلام پر آپ نے کچھ پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک خاص ترتیب اختیار فرمائی۔ اس ترتیب میں مخاطب کی رعایت بھی ہو سکتی ہے اور معنوی ترتیب بھی۔ لہذا گناہ کی درجہ بندی میں ان روایات سے کوئی حتمی نتیجہ نکالنا موزوں نہیں ہے۔ اصلاً اس میں فیصلہ قرآن مجید ہی پر منحصر

ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق اللہ تعالیٰ کے ہوں یا انسانوں کے، ان کو تلف کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ چنانچہ تو حید خدا کا سب سے بڑا حق ہے، اس کی خلاف ورزی، یعنی شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے اور قیامت کے دن اس کی معافی نہ ملنے کی وعید سنائی گئی ہے، پھر انسانوں کی جان، مال اور آبرو کے خلاف تعدی کو بھی بڑے جرم کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے اور ان کے ارتکاب پر دنیا اور آخرت میں سزا کا حکم سنایا ہے۔ قرآن مجید سے کبیرہ گناہ کا یہی تصور ملتا ہے۔ البتہ یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ سرکشی اور اصرار بھی کسی گناہ کو کبیرہ بنا دیتے ہیں اور اس کے وہی نتائج نکل سکتے ہیں جو کبیرہ گناہ کے ہیں۔ دراصل حالیکہ وہ گناہ اپنی نوعیت میں اتنا بڑا نہ ہو۔ قرآن مجید سے ایک اور حقیقت بھی سمجھ میں آتی ہے کہ دین کے دفاع اور حمایت کا تقاضا جب سامنے آجائے تو اس سے گریز و انحراف بھی ایک بڑا جرم ہے۔ ان روایات میں ان تینوں ہی نوعیت کے جرائم کی بعض مثالیں بیان ہو گئی ہیں۔ شرک کے بعد جرائم کی درجہ بندی مختلف پہلوؤں سے ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اخلاقی شناعت کا پہلو، معاشرے میں اس کے اثرات کا پہلو، فرد کے انحراف کے درجے کا پہلو وغیرہ، لیکن ان روایات کی تفہیم میں اس تفصیل میں جانے کی کوئی افادیت نہیں ہے۔ بنیادی بات یہی ہے کہ خدا اور انسانوں کے حقوق کو تلف کرنا کبیرہ گناہ ہے اور شرک کا نتیجہ تو لازماً ابدی جہنم ہے اور باقی جرائم میں بھی اگر تلافی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو ابدی جہنم کا امکان ہے۔

کبیرہ گناہ کا تصور قرآن مجید سے لیا گیا ہے۔ عام گناہوں پر معافی ملنے کی نوید دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفِرْ عَنْكُمْ
سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخِلًا كَرِيمًا.

”اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے
رہو جن سے تمہیں روکا جا رہا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی
چھوٹی برائیاں تمہارے حساب سے ساقط کر دیں گے
(النساء: ۴: ۳۱)

اور تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔“

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ گناہ کا بڑا اور چھوٹا ہونا خدا اور بندوں کے حقوق کے پہلو سے بھی ہے، کرنے والے کے رویے کے پہلو سے بھی اور سماج پر اپنے اثرات کے پہلو سے بھی۔ قرآن مجید کا سادہ مطالعہ بھی یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سے جرائم بڑے جرائم شمار ہوتے ہیں۔ خود انسانی فطرت میں بھی اس کا شعور موجود ہے اور وہ کسی گناہ کے بڑے یا چھوٹے ہونے کا ادراک باسانی کر لیتی ہے۔ قرآن مجید کی محولہ آیت یہ جاننے کی تحریک کا باعث بنی ہے کہ کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ اس لیے کہ اس میں کبیرہ گناہوں سے بچنے کی صورت میں

بخشش اور نجات کی بڑی خوش خبری دی گئی ہے۔ کبیرہ گناہ کیا ہے؟ اس بات کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے، لیکن اس میں بنیادی باتیں وہی ہیں، جنہیں ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے۔

قرآن مجید میں نہ صرف یہ کہ دین کے اوامر و نواہی بیان ہوئے ہیں، بلکہ ان کی فضیلت و شناعت بھی زیر بحث آئی ہے۔ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کن احکام کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور کون سے احکام تفصیل یا فرع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل میں وہ بنیادی اخلاقی احکام بیان ہوئے ہیں جن پر عمل خدا کے دین کو اپنانے کا لازمی تقاضا ہے۔ اسی طرح سورہ فرقان کی آخری آیات میں ایک سچے بندہ مومن کی تصویر کھینچ کر دکھادی گئی ہے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے مقامات سے مومن مطلوب کی جو تصویر سامنے آتی ہے، اس سے ہم جان سکتے ہیں کہ جو اعمال اس تصویر سے جتنا زیادہ بعد رکھتے ہیں، وہ اتنے ہی زیادہ فبیج ہیں۔

قرآن مجید کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں سے بچا رہے تو اس کی بخشش ہو جائے گی۔ یہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بندوں کے ساتھ سختی کا معاملہ نہیں کرنا، اصلاً رحمت اور شفقت کا معاملہ کرنا ہے۔ کبیرہ گناہوں سے بچنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے، جب اصلاً کوئی شخص اپنی زندگی خدا خونی کے اصول پر گزار رہا ہو۔ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ایک حد تک بے پروائی پر اترے بغیر ہو نہیں سکتا۔ یہی وہ چیز ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے الگ ہونے کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان روایات کے مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ یہ وہ جرائم ہیں جن کے ساتھ ایمان والی زندگی اور آخرت کی طرف دھیان کی نفی ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی آدمی ان سے بچا ہوا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ وہ اصلاً بندگی کی زندگی گزار رہا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جسے یہ خبر دی گئی ہے کہ اسے گناہوں اور کوتاہیوں کے باوجود خدا کی مغفرت حاصل ہو جائے گی۔

ان روایات میں شرک کو سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بڑا جرم ہونے کو کئی پہلوؤں سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پہلو کو یہاں نمایاں کیا ہے، وہ اس باب کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جس ہستی نے تمام خلق کو عدم سے وجود بخشا ہو، اس ہستی کا ادراک کرنے کے بعد کسی اور کو الہ بنانا حماقت ہی نہیں، بلکہ اپنے خالق سے بغاوت بھی ہے۔ ان الفاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شرک کرنے والوں کو اس بات پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ کو خالق ماننے کے بعد کسی اور کو الہ ماننا ممکن ہی نہیں ہے۔ فطرت اور عقل کی سادہ بساط پر بھی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ خالق کے علاوہ کوئی اور الہ نہیں ہو سکتا، مگر دل چسپ بات یہ ہے کہ تمام مشرکین اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے بعد ہی دوسری ہستیوں کو اس کی خدائی میں شریک مانتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے اسی حقیقت کو نمایاں کرتے

ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ خالق کا شعور رکھنے کے باوجود کوئی شخص کسی دوسرے کو کار الوہیت میں شریک مانے۔

پہلی روایت میں دوسرا جرم تنگ دستی کے خوف سے قتل اولاد ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل ایک ایسا جرم ہے جو ابداً جہنم کا باعث بن سکتا ہے۔ کسی دوسرے انسان کی جان لینا ایک درجے کی شقاوت پر اترے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پھر یہ کہ یہ شقاوت خود اپنی ہی اولاد کے خلاف نمایاں ہو تو یہ جرم کی شناعیت کو اور بڑھا دیتی ہے۔ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوراک میں شریک ہونے کے الفاظ میں سبب بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں یہی بات تنگ دستی کے اندیشے کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ یہ اس جرم کو دہرا جرم بنا دیتی ہے: ایک جرم یہ کہ اس نے ایک انسان کی جان لی جس کا اسے کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ اس کے رزق کے بارے میں اس زعم میں مبتلا ہوا کہ یہ اسی کے ناخن تدبیر پر منحصر ہے۔ آج جو کچھ حاصل ہے، اس میں اضافہ نہیں ہوگا اور اگر کل اس کی جدوجہد سے کچھ اضافہ بھی ہوا تو اس سے وہی فائدہ اٹھائے، کوئی دوسرا اس میں شریک کیوں ہو؟ یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد کو بھی اس میں شریک کرنے کے لیے تیار نہیں۔ عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عربوں کے بعض قبائل اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، اس کی وجہ عورت کے ساتھ وابستہ ناموں کا مسئلہ بیان کی جاتی ہے۔ قرآن مجید اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ معاشی تھا۔ یہ ممکن ہے کہ اسے بیان نہ کیا جاتا ہو اور معاشرے میں شاباش لینے کے لیے اسے غیرت کا مسئلہ بنا کر پیش کیا جاتا ہو۔

اس روایت میں تیسرا جرم ہمسائی کے ساتھ زنا بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید میں زنا کو برا طریقہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح (بنی اسرائیل ۱۷: ۳۲ میں) زنا کے لیے فاحشۃ کا لفظ بھی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا انسانی فطرت میں موجود حیا کے جذبے کی انتہائی خلاف ورزی ہے، اسی وجہ سے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ جرم اعلیٰ اخلاقی وصف و فاعل کے بھی خلاف ہے اور خاندانی زندگی جس اصول پر قائم ہے، اسے برباد کرتا ہے۔ خاندان اور معاشرہ رشتوں کے تقدس پر قائم ہے۔ اسی سے باہمی احترام اور اعتماد کی فضا قائم رہتی اور معاشرہ تعمیری سرگرمیوں اور تخلیقی نمونے سے آراستہ نظر آتا ہے۔ ہمسائے کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق جرم کی شناعیت کے اسی پہلو کو بیان کرنے کے لیے بیان ہوا ہے۔ زنا بذات خود جرم ہے، لیکن اگر یہ اس طرح کیا جائے کہ باہمی رشتوں کے تقدس ہی کو پامال کر دے تو اس کی شناعیت اور بڑھ جاتی ہے۔

دوسری روایت میں سورہ فرقان کی اس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، جس میں یہ تینوں جرائم بیان ہوئے ہیں۔ ہم

نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ آیت اصل میں اعلیٰ درجے کے بندہ مومن کی صفات کا حسین مرقع پیش کرتی ہے۔ حوالہ دینے کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً حضور نے جب یہ باتیں بیان کیں تو خدا کی طرف سے یہ آیت اس کی تصدیق میں نازل ہوئی۔ ہمارے نزدیک بیان کرنے والے کی مراد صرف یہ ہے کہ یہی بات قرآن میں بھی بیان ہوئی ہے۔ روایات کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ بالعموم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم قرآن ہی کا بیان ہوتی ہیں۔

اگلی روایت میں والدین کی حق تلفی اور جھوٹی گواہی کو بڑے جرائم کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے لیے احسان کی تعبیر اختیار کی ہے۔ احسان کا تقریباً وہی مطلب ہے جو اردو کے لفظ حسن سلوک سے ہم ادا کرتے ہیں۔ اس لفظ سے والدین کے ساتھ تعلق کے حدود طے ہو جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ماننا، ان کی خدمت کرنا، ان کے آگے سر نہ اٹھانا، زبان سے گستاخی نہ کرنا، اپنا مال ان پر خرچ کرنا اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سرگرم رہنا، حسن سلوک ہی کے مختلف مظاہر ہیں۔ یہی والدین کا حق ہے اور اس کی خلاف ورزی والدین کے حق کو نہ ماننا ہے۔ 'عقوق' کے لفظ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہاں محض خلاف ورزی ہونا مراد نہیں ہے، بلکہ ارادے کے ساتھ والدین کے حق سے دست برداری مراد ہے۔

جھوٹی شہادت بھی ایک بڑا گناہ ہے۔ دنیا میں نظام عدل کا سارا انحصار قرآن و شواہد یا گواہی پر ہے۔ جھوٹی گواہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے کسی کے جان، مال اور آبرو کی حفاظت کا جو بند و بست معاشرے میں موجود ہے، اس کو برباد کر دیا ہے۔ قرآن مجید نے جان، مال اور آبرو کے خلاف تعدی کو دنیا میں بھی قابل سزا جرم قرار دیا ہے اور آخرت میں بھی ان کی سزا جہنم بیان کی ہے۔ دنیا میں اشرار سے جان، مال اور آبرو کی حفاظت کا ایک ذریعہ عدل کا نظام ہے جو ہر معاشرہ اپنے حالات کے مطابق تشکیل دیتا ہے۔ سچی شہادت اس نظام کو صحت پر قائم رکھنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ جو آدمی جھوٹی گواہی دیتا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ جھوٹ بولتا ہے، بلکہ جان، مال اور آبرو کے خلاف اس تعدی میں بھی شریک ہو جاتا ہے جو کسی دوسرے نے کی ہے اور یہ جھوٹ بول کر حق دار کا حق اسے ملنے کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

'سبع موبقات' والی روایت میں 'موبقات' کے لفظ سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ یہ وہ اعمال ہیں جو نیکیوں کو اکارت کر دیں گے۔ شارحین نے اس لفظ کو بالعموم مہلکات کے لفظ سے کھولا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ وہ اعمال ہیں جو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔ یہ ہلاکت اصلاً اخروی ہے، لیکن ان اعمال کا جائزہ لیں تو ان کے دنیوی نتائج بھی کم

مہلک نہیں ہیں۔ شرک کے بارے میں ہم بات کر چکے ہیں۔ شرک کے بعد جادو کا ذکر ہے۔ جادو کا ایک پہلو شیطانی قوتوں کے ساتھ ربط و تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ شیطانی قوتیں کسی شخص کو خدا کی بندگی پر کیسے رہنے دے سکتی ہیں۔ قرآن مجید نے جادو کو کفر کہا ہے۔ مزید یہ کہ اپنے ایک پیغمبر، یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس کے کسی تعلق کی شدت کے ساتھ نفی کی ہے۔ ان دونوں باتوں کا مطلب یہ ہے کہ جادو اصل میں خدا سے دوری پر منتج ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نافرمانی کی زندگی اختیار کیے بغیر اس کو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے فنون سے اشتغال رکھنے والے بالعموم منفی قسم کی سرگرمیوں ہی میں غلطاں دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا دوسرا پہلو دنیا کی زندگی کے بارے میں صائب رویے سے ہٹ جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگی کو اصل میں محنت اور تدبیر کے اصول پر استوار کیا ہے۔ اس طرح کے فنون سے دل چسپی انسان کو تو ہم پرست بھی بنا دیتی ہے اور سعی و جہد کے راستے سے ہٹا کر ٹونوں اور ٹونوں کا پجاری بھی بنا دیتی ہے۔ یہ چیز نہ صرف یہ کہ آخرت کے لیے سخت نقصان دہ ہے، بلکہ دنیا کی بربادی کا ذریعہ بھی ہے۔

قتل نفس کی شناعت پر ہم پہلے بات کر چکے ہیں۔ اس کے بعد یتیم کا مال کھانے کی برائی کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں یتیم کے مال کے حوالے سے بڑی تفصیل سے احکام دیے گئے ہیں۔ وراثت کی تقسیم کا موقع ہو یا آپ کسی کے مال کے ذمہ دار ہوں، ہر حال میں لوگوں کے حق کی حفاظت ضروری ہے۔ بطور خاص وہ لوگ جو اپنے حق کی حفاظت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یتیم اس کی سب سے نمایاں مثال ہے، یعنی یہ وہ مظلوم ہے جو اپنا حق چھیننے والے کا ہاتھ کسی طور نہیں روک سکتا۔ یہ صرف حق دینے والے ہیں جو اگر انصاف کریں تو اس کا حق محفوظ رہ سکتا ہے۔ کسی یتیم کا حق مارنا صرف مالی بددیانتی ہی نہیں ہے، بلکہ ایک بچے کی زندگی کو غذا بوں میں مبتلا کرنا بھی ہے۔ یہی چیز ہے جس کے باعث یہ جرم بہت زیادہ شہنچ ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ معاشرے کے بے کس عناصر پر کی گئی تعدی بھی اسی قبیل کا جرم ہے اور اس طرح کے لوگ آخرت میں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہی قرار دیے جائیں گے۔ سود خوری کو قرآن مجید میں بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ بھی اصل میں اکل اموال بالباطل کی قبیل کی چیز ہے، لیکن اس کی شناعت اس لیے زیادہ ہے کہ بحیثیت مجموعی معاشرے میں معاشی انصاف کے رو بہ عمل ہونے کے قدرتی عوامل کی راہ کو مسدود کر دیتا ہے، یعنی سود خوری صرف ایک فرد کے مال پر دست درازی نہیں ہے، بلکہ معاشرے کے خلاف جرم ہے۔

مقابلے کے وقت پیٹھ دکھانا، اس جملے کا تعلق اسلامی جہاد سے ہے۔ جہاد بھی وہ جسے خدا کے پیغمبر نے اسلامی

جہاد قرار دیا ہے اور جس کے بارے میں بغیر کسی اشتباہ کے یہ یقین ہے کہ وہ صرف اور صرف اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے ہے اور اس میں کوئی اور محرک موجود نہیں ہے۔ پھر اس جہاد کو کرنے کے لیے کوئی فضا پیدا نہیں کی گئی، دین کے دشمنوں نے پر امن دعوتی جدوجہد کو قتال کے راستے پر ڈالا ہے اور دشمن خود دین کو ختم کرنے کے لیے مسلح ہو کر آیا ہے۔ اس موقع پر بڑھ بھڑ سے گریز درحقیقت دین کے دشمنوں کا ساتھ دینا ہے۔ یہی چیز ہے جسے واضح کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے موبقات میں سے قرار دیا ہے۔

اس روایت کی آخری چیز کسی پاک دامن بھولی بھالی عورت پر تہمت لگانا ہے۔ عورت کی جو صفات یہاں بیان ہوئی ہیں، وہ جرم کی شناعت کو واضح کرنے کے لیے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ کسی عورت پر الزام لگانے کے لیے اسلام نے چار گواہوں کی شرط عائد کی ہے۔ یہ شرط لگانے سے مقصود یہ ہے کہ شریف زادیوں کی عصمت کی حفاظت ہو اور انھیں خواہ مخواہ بدنام کرنے کا موقع کسی کو حاصل نہ ہو۔ اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے کسی شریف زادی پر تہمت لگاتا ہے تو اس نے حقیقت میں ایک عورت کی زندگی اجیرن کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہی چیز ہے جو اس جرم کو زیادہ شنیع بناتی ہے۔

اس سلسلے کی آخری روایت وہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو گالی دینے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ والدین کے حوالے سے اصل تقاضا کیا ہے؟ اسے ہم نے اوپر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دینے میں بعض نازک پہلوؤں کو بھی بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ والدین کے ساتھ بدتمیزی نہیں ہونی چاہیے، یہاں تک کہ ناگواری کا اظہار بھی نہیں ہونا چاہیے۔ جب قرآن مجید میں والدین کا احترام اس درجے میں مطلوب ہے تو گالی دینا واضح طور پر ایک بڑا جرم قرار پاتا ہے۔ یہاں روایت میں ایک اور پہلو بھی بیان ہوا ہے۔ ایسے کم بخت بہت کم ہوتے ہیں جو اپنے والدین کو گالی دیں۔ چنانچہ سننے والے کو یقین نہیں آیا کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے۔ حضور نے اس امکان کو بیان کرنے کے بجائے کہ ایسے بد بخت بھی ہو سکتے ہیں، گالی دینے کی ایک دوسری صورت کو بیان کر دیا۔ یہ وہ صورت ہے جو عام طور پر معاشرے میں معمول بہ نظر آتی ہے۔ حضور نے واضح کیا کہ دوسرے کو گالی دینا بھی حقیقت میں اپنے والدین کو گالی دینا ہے، اس لیے کہ جب کسی دوسرے کو گالی دی جائے گی تو جواب میں دی گئی گالی اسی شخص کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اگرچہ اس نے خود تو اپنے والدین کو گالی نہیں دی، مگر دوسرے کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دینے کا بندوبست کر دیا ہے۔ والدین کو گالی دینا ایک جرم ہے۔ یہ جرم کم نہیں ہوتا، اگرچہ انسان دوسرے کے والدین کو گالی دے رہا ہو۔

متون

زیر نظر مضمون پانچ روایتوں کی شرح پر مشتمل ہے۔ ان روایتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کبار کا بیان نقل ہوا ہے۔ اگرچہ محل اور اجزائے بیان میں فرق ہے، لیکن بات چونکہ ایک ہی نوعیت کی ہے، اس لیے ہم نے ان روایات کو ایک ہی مضمون کا حصہ بنا دیا ہے۔

جس روایت میں والدین کو گالی دینے کی بات بیان ہوئی ہے، اس روایت کے زیادہ متون کتب حدیث میں موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ اس میں میرے سامنے جو متون موجود ہیں، ان میں کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح 'سبع موفقات' والی روایت میں بھی کم و بیش ایک ہی متن تمام کتب میں منقول ہے، صرف ایک جگہ پر ایک اختلاف منقول ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں 'سحر' کی جگہ 'الشح' کا لفظ آیا ہے، لیکن یہ اختلاف محل نظر ہے۔ سحر کا کبیرہ گناہ ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن 'الشح' کا کبیرہ گناہ ہونا کافی مشکل نظر آتا ہے۔

وہ روایت جس کا آغاز 'ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟' کے الفاظ سے ہوا ہے، اس میں بھی زیادہ تر اختلافات لفظی ہی ہیں۔ البتہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا:

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أرأيتم الزانى والسارق وشارب الخمر؟ ماترون فيهم؟ فقالوا: الله ورسوله أعلم، قال هن فواحش وفيهن عقوبة. ثم قال: ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟... (مسند اسحاق بن راہویہ، رقم ۴۴۴)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم زانی، چور اور شراب پینے والے کو دیکھتے ہو؟ تمہاری ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ فواحش ہیں اور ان پر سزا بھی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا میں کبیرہ گناہوں سے بھی بڑے گناہ کے بارے میں نہ

بتاؤں؟...“

وہ روایت جس میں کبار کے متعلق حضور سے سوال سے بات شروع ہوئی ہے، وہ کئی کتابوں میں آئی ہے۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر جملہ تمام ممکن اسالیب میں بیان ہو گیا ہے۔ نمایاں اختلاف ترتیب کے فرق اور سوال کے حضرت عبد اللہ سے نسبت اور عدم نسبت کا ہے۔

کتابیات

مسلم، رقم ۸۶-۹۰؛ بخاری، رقم ۲۵۱۰، ۲۵۱۱، ۲۶۱۵، ۴۲۰۷، ۴۲۸۳، ۵۶۳۱، ۵۶۳۲، ۵۶۵۵، ۵۹۱۸،

